الجزءُ اللطیفُ فی ترجمۃ العبد الضعیفْ

شاہ ولی اللہ دہلوی کی خود نوشت سوانح عمری

مترجمہ و مرتبہ ۔ محمد ایوب قادری ایم اے

شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم دہلوی نے اپنے حالات میں ایک مختصر سا رسالہ "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" فارسی زبان میں لکھا ہے، یہ رسالہ شاہ صاحب کی کتاب "انفاس العارفین" کے آخر میں شامل ہے جو شاہ صاحب کے بزرگوں، اساتذہ اور مشائخ کے حالات کا ایک مفصل تذکرہ ہے انفاس العارفین میں مندرجہ ذیل سات رسالے شامل ہیں۔

۱۔ بوارق الولایت (حالات شاہ عبد الرحیم دہلوی، والد)
۲۔ شوارق المعرفت (حالات شاہ ابوالرضا دہلوی، تایا)
۳۔ امداد فی مآثر الاجداد (حالات شیخ وجیہ الدین، دادا)
۴۔ النبذۃ الابریزیہ فی اللطیفۃ العزیزیہ (حالات شیخ عبد العزیز دہلوی شاہ عبد الرحیم کے پرنانا)
۵۔ العطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ (حالات شیخ محمد پھلتی، نانا)
۶۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین (حالات مشائخ حرمین)
۷۔ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف (خود نوشت حالات)

الجزء اللطیف، دوسرے مجموعۂ رسائل کے ساتھ بھی مطبع احمدی دہلی سے طبع ہوا ہے اس رسالہ کا انگریزی ترجمہ مولوی محمد ہدایت حسین نے اپنے ایک مضمون Persian autography (bio) of Shah Wali-ullah b. Abdur-rahim al-Dehlavi - its English Translation and a list of his works.

کے عنوان سے جنرل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ) (جلد ہشتم ۱۹۱۲ء) میں شائع کیا ہے اور الجزء اللطیف کا عربی ترجمہ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب نے کیا ہے جو شاہ صاحب کی تالیف، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا ہے اس پر مولانا عطاء اللہ صاحب نے مختصر مفید حواشی لکھے ہیں۔ الجزء اللطیف کا اردو خلاصہ مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنے ایک مضمون "حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے کام کا مختصر تعارف" میں شامل کیا ہے جو الفرقان (بریلی ۱۹۴۰ء) کے شاہ ولی اللہ نمبر میں شائع ہوا ہے[1] "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" کا مکمل اردو ترجمہ مع ضروری حواشی شائع کیا جا رہا ہے۔"

محمد ایوب قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بدأ بالنعم استحقاقہا و خص من شاء بمعرفۃ الاسماء و اذواقہا والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المتحلی بتیجان الکرامات و اطواقہا المکرم بعنوف العطیات و اطباقہا و علی الہ و اصحابہ الذین بہم قیام الملۃ و رواج اسواقہا۔

(اللہ تعالیٰ کے واسطے تعریف کہ جس نے استحقاق سے قبل نعمتیں شروع کیں اور جس کو چاہا اپنے ناموں کی معرفت اور ان کے ذوق سے مخصوص کر دیا اور صلوٰۃ والسلام سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو کرامات کے تاجوں اور اس کے ہاروں سے آراستہ کئے گئے اور ان کو مختلف عطیات اور درجات سے معزز کیا۔ اور (صلوٰۃ وسلام) ان کی اولاد اور اصحاب پر ہو کہ جن سے ملت کا قیام اور اس کے طریقوں کا رواج ہے)

---

[1] پروفیسر خلیق احمد نظامی نے "شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات" میں اردو خلاصہ کو نقل کر دیا ہے ملاحظہ ہو "شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات" مرتبہ خلیق احمد نظامی ص ۱۷۹ تا ۱۸۵ (علی گڑھ ۱۹۵۰ء)

اس کے بعد فقیر ولی اللہ[1] بن عبدالرحیم[2] غفر اللہ لہٗ ولوالدیہ واحسن الیہما والیہ (اللہ اس کو اور اس کے والدین کو بخشے اور ان دونوں (والدین) اور اس کی طرف اچھائی کرے) کہتا ہے کہ یہ چند کلمے ہیں کہ جن کا نام "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" رکھا ہے جاننا چاہیئے کہ اس فقیر کی ولادت بدھ کے دن، سورج نکلنے کے وقت ۴ شوال ۱۱۱۴ھ[3] کو ہوئی[4]

بعض منجمین نے علم نجوم کی بناء پر حکم لگایا کہ میری پیدائش کے وقت حوت کا درجہ دوم، طالع میں تھا اور شمس بھی اس درجہ میں تھا اور مشتری پندرہویں درجہ میں اور وہ سال علویین کے قِران کا سال تھا اور وہ (قِران) درجہ اوّل میں تھا اور مریخ اس سے دوسرے درجہ میں اور راس سرطان تھا، واللہ اعلم بالصواب[5]۔

---

[1] شاہ صاحب کے "ولی اللہ" نام کی بجائے "قطب الدین احمد" نام بھی تھا کیونکہ شاہ عبدالرحیم کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے ان کے تولد کی بشارت دی تھی ملاحظہ ہو انفاس العارفین (بوارق الولایت) ص ۴۴-۴۵، (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۵ھ) و تفہیمات الالٰہیہ جلد دوم ۲۴۵ (مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۵ھ) اور شاہ صاحب نے اپنی اکثر تالیفات میں اپنا نام "احمد" بھی لکھا ہے،

[2] شاہ عبدالرحیم دہلوی کی پیدائش ۱۰۵۴ھ ۴۴-۱۶۴۳ء اور وفات ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۸ء کو ہوئی شاہ عبدالرحیم کے حالات میں شاہ ولی اللہ نے ایک فارسی رسالہ بوارق الولایت لکھا ہے جو انفاس العارفین میں شامل ہے نیز دیکھئے تذکرہ علمائے ہند (رحمان علی) مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری ص ۲۹۶ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۶۱ء)

[3] ۴ شوال ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۷۰۳ء (ملاحظہ ہو تقویم عیسوی و ہجری مرتبہ ابوالنصر خالدی ۵۶۴ (انجمن ترقی اردو کراچی ۱۹۵۴ء

[4] شاہ ولی اللہ کی پیدائش ان کی ننھیال موضع پھلت ضلع مظفر نگر، یوپی (انڈیا) میں ہوئی۔

[5] اس بیان کی روشنی میں شاہ ولی اللہ دہلوی کا زائچہ اس طرح مرتب ہوا ہے۔

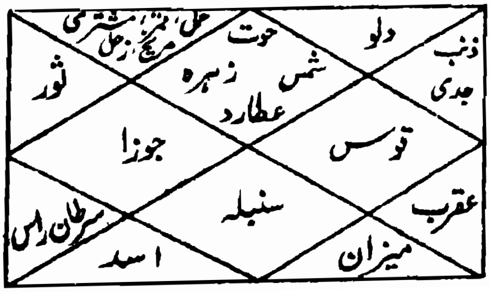

ذنب جدی میں تھا اور قمر بھی برج حمل میں تھا، یہ زائچہ پروفیسر حبیب اللہ خان غضنفر صاحب نے مرتب فرمایا ہے جس کے لئے ہم ان کے شکر گزار ہیں

بعض دوستوں نے تاریخ (پیدائش) "عظیم الدین" سے نکالی ہے[1] ماں باپ، قدس اللہ تعالیٰ سرہما (اللہ تعالیٰ ان دونوں کی خاک کو مقدس رکھے) اور صالحین کی ایک جماعت نے اس فقیر سے متعلق پیدائش سے پہلے اور اس کے بعد بعض بشارتیں پائیں[2] چنانچہ ایک عزیز ترین بھائی اور خاص دوست نے ان واقعات کی تفصیل دوسرے واقعات کے ساتھ ایک رسالہ میں قلم بند کی ہے اور اس رسالہ کا نام "قول جلی" رکھا ہے[3]

جزاہ اللہ خیر الجزاء واحسن الیہ والی اسلافہ واعقابہ وادخلہ الی ما یتمناہ من دینہ ودنیاہ۔

اللہ اسے اچھا بدلہ دے اور اس کے، اس کے اسلاف اور اس کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرے اور دین و دنیا میں سے اس چیز میں داخل کرے جس کی وہ تمنا کرے۔

جب پانچواں سال ہوا تو میں مکتب میں بیٹھا[4] اور ساتویں سال میں والد بزرگوار نے نماز شروع کرائی اور روزہ رکھنے کا حکم دیا اور اسی سال میں ختنہ ہوا اور میرے خیال میں ایسا ہے کہ اس سال کے آخر میں میں نے قرآن عظیم ختم کیا۔ فارسی کتابیں اور ابتدائی عربی کتابیں پڑھنی شروع کیں، اور دسویں سال میں شرح ملا پڑھتا تھا اور ایک حد تک مطالعہ کی راہ کھل گئی۔

چودھویں سال میں شادی ہو گئی اور اس سلسلہ میں والد بزرگوار کو بہت جلدی تھی جب سسرال والوں نے اسباب کے مہیا نہ ہونے کا عذر کیا تو والد بزرگوار نے ان لوگوں کو لکھا کہ (اس

---

[1] عظیم الدین سے "۱۱۱۵ھ" برآمد ہوتے ہیں۔

[2] شاہ ولی اللہ دہلوی کی پیدائش سے متعلق بعض بشارات "بوارق الولایت" میں موجود ہیں ملاحظہ ہو ۴۴۔ ۴۵۔ وغیرہ

[3] شاہ ولی اللہ دہلوی کے حالات کے متعلق یہ اہم دستاویز ہے جسے شیخ محمد عاشق پھلتی نے مرتب کیا ہے افسوس کہ یہ کتاب کہیں دستیاب نہیں ہے حیات ولی کے مؤلف حافظ رحیم بخش دہلوی کو بھی نہ مل سکی البتہ تذکرۂ علمائے ہند کے مؤلف مولوی رحمان علی کے پیش نظر تھی اور انہوں نے اپنے ماخذ میں اس کا ذکر کیا ہے (تذکرۂ علمائے ہند ص ۵۵۶)

[4] پانچویں سال میں مروجہ رسم کے مطابق تسمیہ خوانی ہوتی ہے۔

عجلت میں ایک راز ہے اور وہ راز بعد کو ظاہر ہوگیا کہ شادی کے بعد جلد ہی میری بیوی[1] کی والدہ فوت ہوگئیں اور اس کے بعد جلد ہی میری بیوی کے نانا اور اس کے بعد جلد ہی شیخ فخر العالم ابوالرضا[2] کے صاحبزادے فوت ہوگئے اور اس کے بعد ہی اس فقیر کے بڑے بھائی شیخ صلاح الدین کی والدہ انتقال کر گئیں[3]

اس کے بعد ہی والد بزرگوار بہت ضعیف ہوگئے اور مختلف بیماریوں نے ان پر غلبہ کرلیا اور اس کے بعد ان کی وفات کا واقعہ پیش آیا غرض کہ بزرگوں کی یہ جماعت منتشر ہوگئی اور خاص و عام کو معلوم ہوگیا کہ اگر اس زمانے میں شادی نہ ہوتی تو اس کے بعد کئی سال تک امکان نہ ہوتا کہ یہ بات (شادی) ہوتی۔

میں پندرہ سال کا تھا کہ والد بزرگوار سے بیعت کی اور صوفیہ کے اشغال، خاص طور سے نقشبندیہ مشائخ کے اشغال میں مشغول ہوا۔ ان کی توجہ، تلقین اور آداب طریقت کی تعلیم اور خرقہ صوفیہ پہن کر میں نے اپنی نسبت درست کی۔

اسی سال بیضاوی کا ایک حصہ پڑھا، والد بزرگوار نے کھانے کا بہت اہتمام کیا اور خاص و عام کی ضیافت کی اور (اس موقعہ پر) درس کی اجازت دی غرض کہ اس ملک کے رواج کے مطابق فنون متعارفہ سے پندرہ سال میں فراغ حاصل کیا۔

علم حدیث میں مشکوٰۃ کو پورا پڑھا لیکن کتاب البیع سے کتاب الآداب تک چھوڑ دی اور اس سب کی اجازت مل گئی، صحیح بخاری کا ایک حصہ کتاب الطہارت تک پڑھا تمام شمائل النبی والد بزرگوار سے سماع کی کم و بیش اس کو پڑھا علم تفسیر میں کچھ حصہ تفسیر بیضاوی کا اور کچھ حصہ تفسیر مدارک

---

[1] شاہ ولی اللہ کا عقد شیخ عبیداللہ بن محمد پھلتی کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا تھا جو شاہ صاحب کے ماموں تھے۔ شیخ محمد پھلتی کے حالات میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے ایک رسالہ "العطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ" لکھا ہے جو انفاس العارفین میں شامل ہے اور علیحدہ بھی خمسہ رسائل کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔

[2] شیخ ابوالرضا، شاہ ولی اللہ دہلوی کے تایا تھے جن کا ۱۷ محرم سنہ ۱۱۰۱ھ کو انتقال ہوا ان کے حالات میں شاہ ولی اللہ نے ایک رسالہ "شوارق المعرفت" لکھا ہے جو انفاس العارفین میں شامل ہے۔

[3] شیخ صلاح الدین، شاہ عبدالرحیم کی پہلی بیوی سے تھے دوسری بیوی سے شاہ ولی اللہ اور شاہ اہل اللہ دہلوی پیدا ہوئے۔

ڑھا۔

اس ضعیف پر سب سے بڑا احسان (اللہ تعالیٰ) کا یہ تھا کہ میں نے چند مرتبہ مدرسہ میں والد
گوار کی خدمت میں قرآن عظیم، معانی اور شان نزول کو سمجھتے ہوئے اور تفاسیر کی کتابوں
طرف رجوع کرتے ہوئے پڑھا اور یہ طریقہ فتح عظیم کا سبب ہوا، والحمد للہ

علم فقہ میں شرح وقایہ اور ہدایہ دونوں کتابیں تھوڑے حصہ کے سوا پوری پڑھیں،
ل فقہ میں حسامی اور توضیح تلویح کا کسی قدر حصہ پڑھا اور منطق میں مکمل شرح شمسیہ، شرح
الع کا کچھ حصہ، کلام میں شرح عقائد اور خیالی کا کچھ حصہ اور شرح مواقف کا کچھ حصہ اور سلوک
عوارف کا کچھ حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ[1] وغیرہ حقائق میں شرح رباعیات مولانا جامی
ائح۔ مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص، خواص اسماء و آیات میں والد بزرگوار کا خاص
ء، جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت دی، طب میں موجز القانون، حکمت میں شرح ہدایۃ الحکمۃ
رہ، نحو میں کافیہ و شرح ملا، معانی میں مطول کا بڑا حصہ، اور مختصر معانی اس قدر پڑھی جس پر ملا زادہ
اشیہ ہے۔ ہندسہ و حساب میں بعض مختصر رسالے پڑھے اور اس عرصہ میں ہر فن کے متعلق
س خاص نکتے ذہن میں آتے تھے، اور جتنی کوشش کی جاتی تھی اس سے زیادہ مقصد حاصل
جاتا تھا۔

فقیر سترہویں سال میں تھا کہ والد بزرگوار بیمار ہوگئے اور اس مرض میں ان کا انتقال ہوگیا[2]
مرض موت میں انہوں نے (مجھے) اجازت بیعت و ارشاد دی اور کلمہ "یدہ کیدی" (اس کا
تھ میرے ہاتھ کی طرح ہے) مکرر فرمایا۔

ان رسائل نقشبندیہ کے نام نہیں بتائے۔ المقالۃ الوضیہ فی النصیحہ والوصیہ میں بھی رسائل نقشبندیہ
لکھا ہے۔ حضرات کبرائے نقشبندیہ کا ایک مجموعہ چھپتا رہا ہے جس میں چھ رسالے شامل
، ممکن ہے یہ مجموعہ ہو اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل چھ رسالے شامل ہیں۔
رسالہ انفاس نفیسہ از خواجہ عبید اللہ احرار (۲) رسالہ خواجہ عزیزاں (۳) رسالہ انسیہ از
نا یعقوب چرخی (۴) رسالہ قدسیہ از حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند نوشتہ خواجہ محمد پارسا۔
رسالہ نور وحدت از خواجہ عبید اللہ معروف بہ خواجہ خرد فرزند خواجہ باقی باللہ۔ ۶۔ رسالہ
عشق از خواجہ خرد، ہمارے پیش نظر یہ مجموعہ مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۹۳۴ء کا مطبوعہ ہے۔
شاہ عبد الرحیم کا انتقال ۱۲ صفر سنہ ۱۱۳۱ھ بروز بدھ ہوا (بوارق الولایۃ ص ۸۵)

سب سے بڑی نعمت جو سمجھنی چاہیئے، وہ یہ ہے کہ والد بزرگوار اس فقیر سے بہت رضامند رہے اور نہایت رضامندی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی توجہ اس فقیر پر ایسی تھی کہ باپوں کو بیٹوں پر ایسی توجہ نہیں ہوتی ہے اور میں نے کسی باپ، کسی استاد اور کسی مرشد کو نہیں دیکھا کہ وہ بیٹے اور شاگرد کے ساتھ ایسی خاص شفقت برتتے جیسی کہ والد بزرگوار نے مجھ فقیر کے ساتھ برتی۔

اللھم اغفر لی ولوالدی وارحمھما کما ربیانی صغیرا وجازھما بکل شفقتہ ورحمتہ ونعمتہ معیماً علی مائتہ الف اضعافہا انک قریب مجیب۔	اے پروردگار میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔ اور ان پر رحم فرما، جیسے کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور ان کی ہر شفقت، رحمت اور نعمت کا انہیں ہزار در ہزار گنا اجر عطا کرے بے شک تو نزدیک اور دعا قبول کرنے والا ہے

والد بزرگوار کے انتقال کے بعد کم و بیش بارہ برس کتب دینیہ و عقلیہ کے درس میں مستقل مشغول رہا۔ اور ہر علم میں مہارت حاصل ہوگئی، جب میں (والد بزرگوار کی) قبر مبارک پر توجہ کرتا تھا اس زمانے میں توحید کے راز کھل جاتے تھے۔ جذب کا راستہ کشادہ ہوتا اور سلوک کا ایک بڑا حصہ میسر آتا اور علوم وجدانیہ خوب خوب حاصل ہوتے تھے۔ مذاہب اربعہ اور اصول فقہ کی کتابوں اور وہ احادیث جو اس سلسلہ میں مددگار ہیں، ان کے ملاحظہ کے بعد غیبی روشنی کی مدد سے فقہائے محدثین کی روش مجھے پسند آئی اور ان بارہ سال کے بعد مجھے حرمین محترمین کی زیارت کا شوق ہوا۔ اور ۱۱۴۳ھ کے آخر میں حج سے مشرف ہوا۔ ۱۱۴۴ھ میں مکہ معظمہ میں قیام، مدینہ منورہ کی زیارت اور شیخ ابوطاہر قدس سرہ[۱] وغیرہ مشائخ حرمین محترمین سے روایت حدیث کی سعادت حاصل کی[۲]

---

[۱] شیخ ابوطاہر المتوفی رمضان ۱۱۴۵ھ حالات کے لئے ملاحظہ ہو" انسان العین فی مشائخ الحرمین" ص ۱۰ (مجموعہ خمسہ رسائل شاہ ولی اللہ دہلوی مطبع احمدی دہلی، سال طباعت نامعلوم)

[۲] شاہ ولی اللہ دہلوی نے حرمین شریفین میں ان مشائخ و محدثین سے استفادہ فرمایا اور اجازت و سند حاصل کی ان کے حالات ایک "رسالہ انسان العین فی مشائخ الحرمین" میں لکھے یہ رسالہ انفاس العارفین میں شامل ہیں اور مجموعہ خمسہ رسائل شاہ ولی اللہ دہلوی" میں طبع ہوا ہے، اس رسالہ میں شیخ احمد سناوی، شیخ احمد قشاشی، سید محمد بن علوی شمس الدین محمد بن العلاء البابلی، شیخ عیسیٰ الجعفری المغربی، محمد بن محمد بن سلیمان، شیخ حسن عجمی، شیخ احمد نخلی شیخ عبداللہ بن سالم البصری، شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی، اور شیخ تاج الدین قلعی حنفی کے حالات شامل ہیں۔

اسی دوران میں حضرت سید البشر علیہ افضل الصلوٰۃ واتم التحیات کے روضہ منورہ کی طرف متوجہ ہوا اور بہت فیوض حاصل کئے اور حرمین کے رہنے والے علماء وغیرہ سے مختلف صحبتیں رہتی تھیں اور شیخ ابوطاہر سے جامع خرقہ پہنا جو صوفیوں کے تمام سلاسل کے خرقوں کا جامع تھا۔ اس سال کے آخر میں حج ادا کیا۔ ۱۱۴۵ھ کے شروع میں وطن کے لئے روانہ ہوا بروز جمعہ ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ کو صحت وسلامتی کے ساتھ وطن پہنچا۔

واما بنعمۃ ربک فحدث — اور اپنے رب کی نعمت کا شکر ادا کر

سب سے بڑی نعمت فقیر پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحیہ عطا فرمائی اور اس آخری زمانے کی کشود کار میرے سپرد کردی اور رہنمائی کی کہ فقہ میں جو پسندیدہ ہے اس کو جمع کر کے فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھی جائے، حدیث کے اسرار، احکام کی مصلحتیں، ترغیبات اور جو کچھ حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم، خدا تعالیٰ سے لائے تھے اس کی تعلیم دی جائے۔ وہ ایک ایسا فن ہے کہ اس فقیر سے پہلے فقیر سے زیادہ مرتب طریقہ پر کسی نے اس کو قلم بند نہیں کیا۔ حالانکہ وہ ایک جلیل القدر فن تھا۔ اور اگر کسی کو اس بات میں شک ہو تو اس سے کہو کہ وہ کتاب "قواعد کبریٰ" کو دیکھے کہ شیخ عزالدین نے اس میں کس قدر کوشش کی ہے اور پھر بھی اس فن کے عشر عشیر سے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکے۔

طریقہ سلوک جو حق تعالیٰ کا پسندیدہ ہے اور اس زمانے میں اس کا تقاضا ہونا چاہیئے۔ وہ مجھے الہام فرمایا اس کو میں نے دو رسالوں میں مرتب کیا ہے ان رسالوں کا "لمحات"[1] اور "الطاف القدس" نام رکھا ہے۔ اور قدمائے اہل سنت کے عقائد کو دلائل اور حجت سے ثابت کیا ہے اور ان کو معقولیوں کے شبہات کے خس و خاشاک سے پاک کیا اور اس طرح ثابت کر دیا کہ اب بحث کا موقعہ نہیں رہا۔

علم کمالات — جس میں چار لفظ، ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی کے معنی دیئے ہیں اور جو اس دنیا کے عرض وطول میں پائے جاتے ہیں۔ اور انسانوں کے نفوس کی استعداد کا علم کہ وہ کیونکر کامل ہوتا ہے اور اس کا انجام کیا ہوتا ہے فقیر پر واضح کر دیا ہے۔ اور یہ دونوں علم (علم کمالات و علم استعداد) بہت اہم ہیں کہ فقیر سے پہلے کوئی ان علوم تک نہیں پہنچا ہے۔

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلوی کے دونوں مشہور و معروف رسالے ہیں۔ متعدد مرتبہ چھپ چکے ہیں۔ "لمحات" کو شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد نے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے مقدمہ و تصحیح کے ساتھ ابھی حال میں شائع کیا ہے۔

حکمت عملی کہ جس کے ذریعہ سے اس زمانے کی درستی ہو سکتی ہے، پوری وسعت کے ساتھ مجھے بخشی گئی ہے اور اس کو مضبوط کرنے کی توفیق، قرآن، سنت اور آثار صحابہ سے مجھے دی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علم دین منقول ہے اور جو اس میں داخل کر دیا گیا ہے یا اس میں تحریف کر دی گئی ہے اور جو کچھ سنت یا بدعت ہے اس کی شناخت مجھے بخشی گئی ہے۔[1]

ولوان لی فی کل منبت شعرۃ
لسانا لما استوفیت واجب حمدہ
والحمد للہ رب العالمین۔

اور اگر میرا ہر بن مو زبان بن جائے تو بھی میں خدا کی حمد اس کے حق کے بموجب نہ کر سکتا اور تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔

---

[1] شاہ ولی اللہ دہلوی کا وصال ۲۹ محرم سنہ ۱۱۷۶ھ (۲۰ اگست سنہ ۱۷۶۲ء) بروز جمعہ دہلی میں ہوا اور آپ مہندیوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

شیخ ابن عربیؒ اور امام ربانیؒ کی طرح شاہ ولی اللہ بھی ایک نئے فلسفی فکر کے بانی ہیں۔ ابن عربی کے تصور وحدت الوجود سے امام ربانی کو اختلاف تھا۔ اس کے خلاف امام ربانی نے اپنا نیا فکر پیش کیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب شیخ ابن عربی کے تصور وحدت الوجود کو صحیح مانتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ امام ربانی کے فکر کو بھی ٹھیک سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ دونوں بزرگوں میں اصلاً کوئی فرق نہیں۔ امام ربانیؒ نے جس تصور کو وحدۃ الشہود سے تعبیر کیا ہے۔ وہ ابن عربی کے تصور وحدت الوجود میں موجود ہے امام ربانی اور ان سے پہلے امام ابن تیمیہ کو ابن عربی سے یہ شکایت تھی کہ ان کے تصور وحدت الوجود سے اسلام کی حقانیت پر زد پڑتی ہے، شاہ صاحب نے ابن عربی کے وحدت الوجود کی اس طرح تشریح کی کہ اس میں اور اسلام کے عقیدہ توحید میں کوئی بنیادی تضاد نہ رہا۔

(مولانا عبید اللہ سندھی)

Accession number
36012
Date 20.12.11